وشکر، امارت پسندی سے اجتناب وغیرہ جیسے عالی صفات شامل ہیں۔ دیوبند سے واپسی پر جامع محمدی شریف میں درس کا آغاز کیا۔ آپکی محققانہ تصنیفات نے دوست تو دوست دشمن کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال کر رکھ دیا۔ عصر حاضر میں تحقیق کا حق آپ نے ادا کیا آپ نے اپنی جوانی سے لے کر بڑھاپے تک ساری توانائیاں، صلاحیتیں اور ہمہ اوقات اہل بیت نبوی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے دفاع میں صرف کیے۔ آپکے تحقیقی کتب کو مطالعہ کر کے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں آپ نے تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، انساب، طبقات، علم العقائد اور تاریخ کے کتنے بڑے ذخائر کو کنگالا۔ آپکی مشہور زمانہ تصنیف رحماء بینھم اپنی نظیر آپ ہے جس کا عربی ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ آپ وقتاً فوقتاً اپنی تصنیفات ماہنامہ الحق میں تبصرہ وتعارف کے لئے ارسال فرماتے تھے۔

آپکی دیگر تصنیفات میں مسئلہ ختم نبوت، حدیث ثقلین، بنات اربعہؓ سیرت حضرت علی المرتضیٰؓ، فوائد نافعہ (سیرت حسنینؓ دو جلد) حضرت ابوسفیانؓ اور انکی اہلیہ، سیرت سیدنا ابوسفیانؓ، سیرت حضرت امیر معاویہؓ مشہور ہیں۔ ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے بھرپور حصہ لیا اور اس سلسلے میں چار ماہ سے زائد عرصہ تک جیل کی صعوبت بھی برداشت کی۔ آپکے جنازے میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ساٹھ ہزار افراد نے شرکت کیں۔ ۳۱ دسمبر کو یہ عظیم علمی گوہر محمدی شریف کی سرزمین پر غروب آفتاب کے وقت سپرد خاک کیا گیا۔ ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت راہ

---

(۲) جمعیۃ علماء اسلام کے قدیم کارکن ورہنما

حضرت مولانا محمد عثمانؒ (تاروجبہ) کی رحلت

قافلہ اکابرین کا ایک اور عظیم سپوت، ضلع نوشہرہ اور پشاور میں جمعیت علماء اسلام کے قدیم ترین کارکن رہنما، تاروجبہ کے معروف دینی و رفاہی شخصیت حضرت مولانا محمد عثمان صاحبؒ گزشتہ دنوں ۲۴ جنوری ۲۰۱۵ء کو بوقت عصر ساڑھے چار بجے ایل آر ایچ ہسپتال پشاور میں اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۵ر جنوری بعد از ظہر تین بجے تاروجبہ میں آپ کا نماز جنازہ مولانا حزب اللہ جان نے پڑھایا۔ جس میں علاقہ بھر سے ۸۔۱۰ ہزار افراد نے شرکت کی۔ افسوس! کہ اُسی روز پہلے سے طے شدہ دارالعلوم حقانیہ کی نئی زیر تعمیر جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ کے بارہ میں اکوڑہ خٹک اور اس کے گردونواح کے علاقے کا

مشاورتی اجلاس تھا۔جس کی وجہ سے حضرت مہتمم صاحب مولانا سمیع الحق صاحب اور ہم سب جنازہ میں باوجود خواہش کے شرکت نہ کر سکے، بعد میں دارالعلوم کے مشائخ واساتذہ کرام کا ایک وفد مولانا سمیع الحق کی قیادت میں تعزیت کے لئے ان کے پسماندگان کے پاس گیا۔

اوصاف وکمالات:

آپ کچھ عرصے سے علیل تھے، اس بڑھاپے میں بھی وہ دینی، سیاسی اور معاشرتی کاموں میں ایک تنومند جواں سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔آپ انتہائی بارعب، بلند قامت، جری اور دبنگ شخصیت کے حامل تھے، ساری عمر منکرات اور بدعات کے خلاف اپنے علاقہ میں برسرپیکار رہے' حق گوئی وبیباکی آپ کو ورثہ میں ملی تھی،تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران چھ ماہ تک ہری پور جیل میں پابند سلاسل رہے، اس سے قبل جب ساٹھ کی دہائی میں شریعت کے خلاف عائلی قوانین کا مسئلہ درپیش آیا تو پورے ملک میں علماء نے اس کے مقابل میں اٹھ کر بھرپور مزاحمت کی۔اس موقع پر مولانا مرحوم بھی پیش پیش تھے، جنہیں اِس جرم کی پاداش میں تین برس تک جیل کاٹنی پڑی۔جیل میں سکونت کے دوران انہوں نے کئی عیسائیوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔تقریباً اسی برس تک سیاسی میدان میں بھرپور دینی خدمات انجام دیں۔۷۰ء، ۷۷ء، ۸۵ء، ۸۸ء اور ۲۰۰۲ء کے الیکشنوں کے دوران پورے علاقہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، مولانا انوار الحق اور مولانا حامد الحق حقانی کی کامیابی کیلئے بھرپور کوششیں کیں۔خانوادہ شیخ الحدیثؒ کے ساتھ آپ کا گہرا تعلق ساری عمر رہا۔

آپ بیتی:

گزشتہ سال ۱۶ جون ۲۰۱۴ء کو سخت گرمیوں میں دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے تو غرض یہی تھی کہ میرے بعد گاؤں میں قائم کردہ مدرسہ ربانیہ اور مسجد دین کی خدمت کے لئے آباد و شاداب رہنا چاہیے، اس کے لئے انہوں نے اسٹامپ پیپر پر وصیت نامہ قلمبند کیا تھا، کہ میرے بعد یہ مدرسہ میرے برادرزادے مولانا سمیع الحق صاحب، مہتمم دارالعلوم حقانیہ کے تصرف میں ہوگا،اس کے جملہ انتظامی امور دارالعلوم حقانیہ کے ماتحت ہوں گے۔ یہ ایک طرف ان کی دینی اشاعت کے درد کا آئینہ دار ہے تو دوسری طرف جامعہ دارالعلوم حقانیہ پر ان کا بھرپور اعتماد اور اعتقاد کا مظہر بھی ہے۔ اس موقع پر مولانا سمیع الحق صاحب خود موجود نہ تھے، لہٰذا انہوں نے مولانا انوار الحق، مولانا مفتی سیف اللہ اور احقر سے اس سلسلے میں بات چیت کی۔پھر یہ وصیت نامہ میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے بھتیجے کو کہنا کہ یہ مدرسہ تمہارے سپرد ہے،اگر چہ وہ کہے گا کہ میں دارالعلوم حقانیہ اور جمعیت علماء اسلام کے وسیع امور سے فراغت نہیں پاتا لیکن

پھر بھی میری طرف سے کہہ دینا کہ انکار کے باوجود آپ ہی اس مدرسہ کی نگرانی کریں گے۔ انکار پر میں خفا ہوں گا مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اس مدرسہ کا نام آپ کے دادا مرحوم شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ نے خود تجویز فرمایا تھا۔ اس ملاقات کے دوران احقر نے موصوف سے ان کی سوانح حیات کے بارے میں مختلف سوالات کیے۔ جو پیش خدمت ہیں:

نام ونسب وخاندانی پس منظر:

محمد عثمان بن میرا خان بن ابراہیم بن محمود الرحیم بن حسین بن یاسین بن دوران ۔ فرمایا کہ ہمارے جد امجد احمد شاہ ابدالی کے ساتھ جہاد کی غرض سے اس علاقہ میں وارد ہوئے تھے، ان کے تقویٰ و تدین اور بزرگی سے متاثر ہوکر موضع جھگڑا میں انہیں دو ہزار جریب زمین اس وقت کے حکمران نے ہدیۃً پیش کی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اخون پنجو باباؒ اور میاں صاحب چمکنی بھی حیات تھے۔

فرمایا ہماری قوم کی چار شاخیں غلجی، سدوزئی، بارکزئی اور عمرزئی ہیں۔ ہمارا تعلق غلجی شاخ سے ہے۔

جمعیت علماء اسلام سے تعلق اور منقسم جمعیت کی تاویل

فرمایا کہ میں تحصیل نوشہرہ کا عرصہ ۵۲ برس تک نائب امیر رہا، اور ضلع پشاور کا بھی کئی برسوں تک مولانا ایوب جان بنوری کے کہنے پر نائب امیر مقرر کیا گیا۔ بعد میں میں نے معذرت کی کہ میں دو ضلعوں کی ذمہ داری نہیں لے سکتا۔ سائیکل پر میں روزانہ پورے ضلع کا طویل سفر کاٹ کر چار چار پانچ پانچ جلسوں کا انعقاد کرتا تھا۔ جمعیت علماء اسلام کی موجودہ دھڑے بندی کے بارے میں کہا کہ بعض لوگ مجھ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جمعیت خود دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں تو میں جواب دیتا ہوں کہ یہ مخالف کب ہیں؟ کیا مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق کی استاذی سے انکار کرسکتے ہیں؟ اور پھر دونوں گروہوں کا پرچم علیحدہ ہے یا یکساں؟ فضل الرحمٰن اس ملک میں کون سے نظام کے داعی ہیں؟ اور مولانا سمیع الحق کون سا نظام اس ملک میں نافذ کرنا چاہتا ہے؟ جواب یقیناً شریعت ہی ہے، تو پھر بتایئے یہ ایک دوسرے کے مخالف ہوئے؟ یا ہمنوا ہوئے؟ معمولی سا اعتباری فرق ہے ایسا اختلاف خیر القرون میں ائمہ کے درمیان رہا۔

پیدائش:

فرمایا کہ میری پیدائش کا سن تو نہیں لکھا گیا مگر مجھے اپنے علاقہ میں جب (۱۹۱۵ء) وبا پھوٹ

پڑی تھی وہ خوب یاد ہے' میری عمر اس وقت سات برس کی تھی۔اسی طرح جب ۱۹۸۳ء میں حج کے لئے جارہا تھا تو مجھے پاسپورٹ کے لئے شناختی کارڈ کی ضرورت پڑی تو اس وقت حج کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ عمر کی حد ۷۰ برس رکھی گئی تھی چونکہ اس وقت میری عمر ۸۵ برس تھی تو میں نے حج کے شوق میں اپنی عمر بیس برس کم لکھوائی۔

تعلیمی زندگی: اپنی تعلیمی زندگی کے متعلق سوال کے جواب میں ایک پشتو شعر سے آغاز کیا

سوك چه سبق دَ مدرسے والی پاره دَ پیسے والی

جنت که به حئائیے نه وی دوزخ که به غوپے والی

(جو شخص دنیا کے حصول کے غرض سے پڑھے گا، جنت میں اُس کیلئے کوئی جگہ نہیں، اس کا ٹھکانہ جہنم میں غوطے لگانا ہی ہے)

اور پھر کہا کہ اگر میں لکھنا سیکھتا تو آج بہت کچھ تصنیف و تالیف کرلیتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں موضع بابی (تاروجبہ) میں بلیغ استاد سے قرآن پاک ناظرہ کا پندرہواں پارہ پڑھ رہا تھا کہ تو ایک دن میرے دادا مرحوم وہاں آئے،انہوں نے میرے ہاتھ میں قلم ودوات دیکھ کر نہایت غضب کی حالت میں آگ بگولہ ہوکر مجھے اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیا،اورقلم دوات توڑ کر کہا کہ آخر تم نے کیوں یہ لکھنے کا شغل اختیار کیا ہے؟

احقر نے پوچھا کہ آپ کے دادا لکھنے پڑھنے (عصری تعلیم) کہ اتنے مخالف کیوں تھے؟ تو فرمایا کہ یہ لمبی تاریخ ہے، انگریز جب برصغیر چھوڑ کر جارہے تھے، تو یہاں کے مقامی نوابوں، جاگیرداروں، خان بہادروں جنہیں وہ نوازتے تھے، نے اُن کی منت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں چھوڑ کر مت جاؤ اس پر فرنگیوں نے اِن نوابوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ہم نے ایسا نظام بنایا ہے کہ ہم چلے تو جائیں گے مگر پھر بھی ہم یہاں تعلیمی تہذیبی اور روایات کے اعتبار سے موجود رہیں گے۔اسی غرض سے انہوں نے لارڈ میکالے کا نظام تعلیم رائج کیا جس کے اثرات یہ تھے کہ پڑھنے والا ظاہری وضع قطع کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہوتا لیکن دل و دماغ اور سوچ وفکر کے اعتبار سے انگریز رہتا۔ انگریز نے اس نظام تعلیم کی راہ میں صرف علماء کو رکاوٹ سمجھ رکھا تھا۔ اسی لئے انہوں نے چالیس میل تک ہمارے اِن علاقوں میں علمائے کرام، دیندار اور باشرع لوگوں کو دو رویہ سڑک کے درختوں پر لٹکا کر پھانسیاں دیں۔ انہی مقاصد کے تحت سکولز، کالجز، اور یونیورسٹیاں بنائی گئیں۔ دینی کتب میں ابتدائی استفادہ پیر سباق (نوشہرہ) مولانا محمد رفیق کے والد سے منیۃ المصلی، کنز الدقائق اور دیگر فقہی کتابیں پڑھیں۔اس کے بعد موضع ملوگی (پشاور) میں سال بھر تک پڑھتا رہا۔آپ کے جدِ مکرم مولانا عبدالحق بھی وہاں مجھ سے پہلے کچھ کتابیں پڑھ چکے تھے۔پھر بدرشی میں الحاج

شیر افضل خان (رکن جامعہ دارالعلوم حقانیہ) کی مسجد میں ایک عالم دین سے کچھ عرصہ تک تحصیل علم پائی۔ بٹگرام الائی کے علاقہ بنہ میں مولانا عبدالصبور سے علم ادب، اخلاق، علم کلام میں کسب فیض پایا۔ اسی علاقے موضع تھیلوس نامی گاؤں میں مولانا سعید احمد صاحب سے بھی علمی خوشہ چینی کی۔ پھر موضع شاہ منصور (صوابی) کے مولانا عبدالہادیؒ سے فنون کی بقیہ کتب پڑھیں۔

سوات کے ایک پہاڑی دیہات کاشکور میں ایک معروف عالم دین سے مشکوٰۃ پڑھی جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے، حدیث شریف کی اعلیٰ کتب مولانا عبدالصبور اور مولانا عبدالمالک صاحب فضلاء دیوبند سے پڑھیں۔ فرمایا کہ میں نے ۲۷ برس تک تحصیل علم کیا۔

بیعت وتصوف

تصوف وسلوک میں حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی صاحبؒ سے اسباق حاصل کئے اور انکے علاوہ رانڑو گڑھی کے ایک پیر صاحب سے دوسلسلوں میں اجازت پائی۔ اہل علاقہ کا کہنا ہے کہ موصوف سے ۶۵ برس سے تہجد کی نماز قضا نہیں ہوئی تھی۔ اور ۴۵ برس سے انہوں نے مسجد ہی کو اپنی اقامت گاہ بنایا تھا، جہاں وہ ہمیشہ چلہ کش رہتے تھے۔

حکمت وزمینداری

ہندوستان کے مشہور حکیم نابینا سے عرصہ پانچ برس تک حکمت وطب میں تعلیم پائی، یاد رہے کہ مولانا مرحوم گھریلو طور پر علاج معالجہ کے لئے اپنے نسخے بناتے تھے۔ اور بعض بیماریوں کیلئے وہ نسخے طلباء کو قلمبند بھی کروائے۔ کسب معاش کے لئے آپ نے زمیندای کا مشغلہ اختیار کیا تھا۔ اکابرین میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ پندرہ یوم تک صحبت رہی، حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا عزیر گل اسیر مالٹاؒ جیسے اکابرین سے بھی خصوصی اور عقیدت مندانہ تعلق خاطر رہا، حضرت بخاریؒ صاحب کے ساتھ تو ایک عرصہ تک حفاظتی دستے میں بھی شامل رہے۔

اولاد: آپ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں جن میں سب سے بڑے مولانا سید رضا دارالعلوم حقانیہ کے فیضیافتہ ہیں۔ اور دوسرے بیٹے محمد رزاق اور عبدالرزاق (مرحوم) ہیں۔

اس وقت آپ کے ایک نواسے حضرت علی آپ کے مدرسے کے منتظم ہیں۔